OPEN ACCESS
Al-Qamar
ISSN (Online): 2664-4398
ISSN (Print): 2664-438X
www.alqamarjournal.com

مفسرینِ اندلس کے مقدمات میں مباحثِ قراءاتِ قرآنیہ: ایک تجزیاتی مطالعہ

An Analytical Study of Qur'anic readings in Exordiums of Andalusian Commentators

Dr. Asma Shahid
Lecturer Islamiat, Govt. Associate College for Women Shujabad, Multan
Hafiz Wahaib ur Rehman
Lecturer, Department of Islamic Studies, University of Lahore, Lahore
Uzma Abbas
Lecturer, Govt. Post Graduate College for Women Sheikhupura, Sheikhupura

Abstract

Al-Andalus or Spain experienced the heights of knowledge and sciences under the magnificent Muslim rule for almost eight centuries. Most of the Iberian Peninsula was marked with learning and development due to remarkable Muslim dynasties. Muslims achieved great glory in Andalus not only in terms of lands but in sciences. Quranic sciences including Tafsir (exegesis) and Qira'at (Quranic readings) are worth mentioning among these bits of knowledge. Andalusian commentators wrote great Tafthirs that later paved the way for more research. The discussions related to Qira'at (Quranic readings) are found in the exegesis of commentators of Andalus such as 'Tafsir-ul-Muharrar ul Wajeez' by Ibne Attiya, 'Al Jamia Li Ahkam ul Quran' by Qurtubi, Kitab ul Mubani, Kitab-ul-Tas'heel Li Ulum Tanzeel by Alama Ibn-e-Jozi and Al-Bahr-ul-Muheet by Abu Hayyan Al-Andalusi. This paper aims to highlight some Andalusian exegesis to reflect on Muslim

CC BY

commentators' views on Qira'at. By applying the qualitative method, this research article will provide an analytical study of Ilm-ul-Qira'at (the science of Quranic Readings) in the exordiums of Andalusians commentators.

Key Words: Andalus, Qira'at, Commentators, Quran, exordium

تمہید

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کو انسان کی ہدایت کا ذریعہ علوم وفنون کا سرچشمہ اور حکمت و معرفت کا منبع بنایا۔ یہ کتاب بنی نوع انسان کے لیے دنیاوآخرت میں فلاح وکامیابی کی ضامن ہے اور معاشی وسیاسی انفرادی واجتماعی، روحانی واخلاقی غرضیکہ زندگی کے ہر شعبہ، ہر پہلو میں رہبر ورہنما ہے۔ یہی وجہ ہے کہ امت مسلمہ دنیا کے جس گوشے وخطے میں بھی پہنچی اپنے ساتھ اس دستور حیات کو لے کر گئی اور ہر دور میں علماء ومفسرین نے اس کی ہدایت کو عام کرنے اور اس کے پیغام کو اگلی نسلوں تک منتقل کرنے کے لیے اس کی تشریح وتوضیح کی اور قرآنی علوم وفنون پر گراں قدر تصانیف رقم کیں۔ پہلی صدی ہجری کے آخر میں مسلم فاتحین نے جب یورپ کا رخ کیا تو سپہ سالار طارق بن زیاد کی قیادت میں بہت تیزی سے قرطبہ طلیطلہ، اشبیلیہ، ماردہ اور قسطہ فتح ہو گئے اور یوں اندلس اموی سلطنت کا باقاعدہ حصہ بن گیا۔ دنیا کے دیگر خطوں کی طرح مسلمانوں کو اندلس کو فتح کیے ابھی زیادہ عرصہ نہ گزرا تھا کہ اندلس علوم وفنون کی سرزمین بن گیا یہاں علم دوستی، فکری آزادی اور رواداری کو فروغ ملا جس کے باعث ہر قسم کے علوم وفنون کو پروان چڑھنے کا موقع ملا۔ یہاں علوم القرآن و تفسیر، علوم الحدیث و فقہ، سیرت نگاری و تاریخ، فلسفہ وتصوف، طبیعات وکیمیا، طب وجراحت غرض کہ ہر میدان میں ناقابل فراموش کارنامے انجام دیئے گئے۔ چونکہ تمام علوم وفنون کی بنیاد قرآن کریم ہے اس لیے علمائے اندلس نے تفسیر وعلوم القرآن پر گراں قدر تصانیف مرتب کیں۔ جن میں صاحب کتاب المبانی، ابن عطیہ، قرطبی، ابن جزی، ابن العربی، مکی بن ابی طالب، اور ابو حیان اندلسی جیسے علماء وفضلاء کے بیش قیمت قلمی شاہکار منظر پر آئے۔ اندلس کی اس عظیم علمی میراث اور عظمتِ رفتہ کی یاد میں میں نے مفسرین اندلس کے مقدمات میں مباحث قرأت قرآنیہ کو موضوع تحقیق بنایا۔ تحقیقی موضوع کا تعلق ان تفسیری مقدمات سے ہے جن میں مباحث قرأتِ قرآنیہ بیان کیے گئے ہیں۔

ماہرین لغت نے قرأت کا معنی پڑھنا، تلاوت کرنا، جمع کرنا، اور ضم کرنا بیان کیے ہیں۔[1] قرأت کی اصطلاحی تعریف کرتے ہوئے علامہ زرکشی لکھتے ہیں: القرأت ھی اختلاف الالفاظ الوحی المذکور فی کتبة الحروف و کفیتھا من تخفیف و تثقیل و غیرھما۔[2] یعنی وحی قرأن کے الفاظ اور اس کی کیفیات مثلاً: کلمہ کی تخفیف یا تشدید سے پڑھے جانے میں اختلاف کا نام قرأت ہے۔ شہاب الدین قسطلانی نے علم القرأت کی وضاحت کرتے ہوئے رسم کے قواعد کی بھی شامل کیا ہے۔ لکھتے ہیں: علم یعرف منه اتفاق الناقلین لکتاب اللہ و اختلافھم فی اللغة والاعراف، الحذف والاثبات والتحریک الاسکان و الفصل الاتصال وغیر ذلک من ہیئة االنطق والابدال من حیث لسماع۔[3]

چنانچہ علم القرأت کی تعریفوں سے یہ وضاحت ہو جاتی ہے کہ قرآن کریم کے پڑھنے کا وہ اختلاف جس کی سماعت نبی کریم ﷺ سے کی گئی ہے، اس میں ناقلین کی طرف سے اضافہ یا کمی نہیں ہوئی اور نہ ہی ان کی ذاتی رائے کا عمل دخل ہے۔ قرآن کریم کے

پڑھنے میں نبی کریم ﷺ سے مسموع اور منقول اختلاف کو جاننے کے علم کو علم القرأت کہتے ہیں۔ قاری اظہار احمد تھانوی قرأت کی تعریف ان الفاظ میں کرتے ہیں: "وہ علم جس سے کتاب اللہ کے ناقلین کا سماعی اور روایتی حیثیت سے کلمات قرآنیہ کے نطق میں اختلاف یا اتفاق معلوم ہو۔"[4] یعنی قرأت سے مراد قرآن کریم کے الفاظ کی ادائیگی کا وہ طریقہ ہے جس سے قرأ اماموں میں سے کسی امام نے اختیار کیا ہو، اور دوسرے آئمہ سے مختلف ہو۔ قرأت کے طریقے رسول اللہ ﷺ سے سنداً ثابت ہیں۔ قرأت سینہ بہ سینہ منتقل ہوئیں اور اس میں روبرو نقل اور سماع کا عنصر یہ ثابت کرتا ہے کہ ان کی حیثیت توفیقی ہے ان میں قیاس یا رائے کا قطعاً کوئی دخل نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ تمام قراء کرام اپنی قرأت کی نسبت صحابہ کی طرف کرتے ہیں اور سب اپنی اسناد کو رسول اللہ ﷺ سے مربوط کرتے ہیں۔ "چنانچہ عاصم نے اپنی قرأت کی سند حضرت علیؓ اور ابن مسعود کی طرف کی ہے، ابن کثیر اور ابو عمرو ابن العلاء نے حضرت ابی بن کعب کی طرف اور عبد اللہ بن عامر نے حضرت عثمان کی طرف نسبت کی ہے۔ ان سب حضرات نے آپ ﷺ سے قرآن پڑھا انکی قرأت کی اسناد متصل اور رجال ثقہ ہیں۔"[5] مزید قرآن کریم کی مختلف قرأت کی حجت اور قطعیت کی واضح دلیل سبعہ احرف پر نزول سے متعلقہ احادیث ہیں جو کہ تواتر کے ساتھ منقول ہیں۔

صحت قرأت کے لیے معیار

علمائے قرأت نے کسی بھی قرأت کی صحت و عدم صحت کو جانچنے کے لئے ایک ضابطہ اور معیار مقرر کیا ہے۔ جس کے تین ارکان ہیں اور پوری امت کا اس پر اتفاق ہے کہ قرآن کریم کی صرف وہ قرأتیں معتبر ہیں جن میں تین شرائط پائی جائیں:

نمبر ۱: وہ قرأت مصاحف عثمانیہ میں سے کسی ایک رسم کے موافق ہو۔

نمبر ۲: اس کی سند متواتر ہو۔

نمبر ۳: عربی قواعد یا نحوی وجہ کے موافق ہو۔[6]

جس قرأت میں یہ تینوں شرائط پائی جائیں وہ قرأت متواترہ کہلائے گی اور ایک بھی شرط مفقوط ہونے پر شاذ ہو جائے گی۔ کسی قرأت کی صحت اور قطعیت کو پرکھنے کے لیے اصل بنیاد اس کی سند کی مضبوطی کو ہی قرار دیا گیا ہے۔ جس طرح قرآن کے لیے تواتر شرط ہے اسی طرح قرأت کے لیے بھی متواتر ہونا شرط ہے۔

مقدمہ کتاب المبانی اور مباحث قرأتِ قرآنیہ

"تفسیر کتاب المبانی لنظم المعانی" مفقود ہو چکی ہے۔ البتہ اس کا مقدمہ معروف مستشرق آرتھر جیفری نے مرتب کر کے شائع کرایا۔ مقدمہ کا صفحہ اول قطع و برید کا شکار ہے اس لیے مفسر کا نام اور احوال معلوم نہ ہو سکے۔ البتہ مفسر کی اسناد اور لکھنے کے انداز سے اس بات کا پتہ چلتا ہے کہ مفسر کا تعلق اندلس سے تھا۔ آرتھر جیفری نے مقدمہ کتاب المبانی اور مقدمہ تفسیر ابن عطیہ کو یکجا "مقدمتان فی علوم القرآن" کے نام سے ۱۹۵۴ء میں مصر سے شائع کیا۔ مقدمہ کتاب المبانی دس فصول پر مشتمل ہے جن میں قرآن مجید کی نزولی ترتیب، جمع قرآن کی کیفیت و اسباب، قرآن مجید کی ترتیب نزولی نہیں توقیفی ہے، قرآن مجید ہر طرح کی کمی بیشی سے محفوظ ہے، مصاحف و قرأت کا اختلاف اور اس کی کیفیت، اختلاف قرأت، تفسیر و تاویل اور محکم و متشابہ کا بیان، تفسیر قرآن کے جواز و عدم جواز کی بحث، سبعہ احرف پر قرآن مجید کا نزول، نزول قرآن و اجزاء قرآن شامل ہیں۔

(الف) اختلاف قرأت اور صاحب کتاب المبانی کا اسلوب

صاحب کتاب المبانی نے مقدمہ کی چھٹی فصل اختلاف قرأت سے متعلق طعن کرنے والوں کے رد میں تحریر کی ہے اور اس حوالے سے کیے جانے والے اعتراضات کا قلع قمع بڑے مدلل انداز میں کیا ہے۔ فصل کا آغاز ان الفاظ میں کرتے ہیں:واذا قد ذکرنا اختلاف المصاحب و بینا الوجه فی ذالک،و کشفنا العلل،و اوضحنا المسالک،فینا ان نشرع فی اختلاف القرأت فانه ایضاً مما شنع به علی ائمة المسلمین فی القرآن ،و نسبهم اهل البدع والضلالات فیه الی خلاف مصحف الجماعة بالعدوان،و نشرع فی نقص ماموهوا به علی الاغرار ولبسو بالاتساع فیها علی الاغمار،وابطال ماأجر والیه من ذلک باوضح البراهین والدلالات،واوکد الحجج والابانات۔[7] اصل میں آپ کا منہج یہ ہے کہ آپ سب سے پہلے آیت کی عربی متن اور اس کی قرأت تحریر کرتے ہیں اور پھر اس پر ملحدین کی طرف سے کیے گئے اعتراض اور طعن کو نقل کرتے ہیں۔ تیسرے نمبر پر اعتراضات کا تفصیلی مدلل جواب رقم کرتے ہیں جواب کے بعد آپ قرآن کریم کی دیگر آیات لغت اور صرف و نحو کے اصول و قوانین سے پر زور استدلال کرتے ہیں۔ مثلاً "مالک یوم الدین "(فاتحہ ۱:۳) کی قرآت کے حوالے سے لکھتے ہیں:زعم خصوم اهل الحق:ان قرأة من قرأ "مالک یوم الدین" بالالف تخالف هجاء المصحف،اذخط المصحف الالف غیر مرسومة فیه:وقالو:لو کانت الالف لازمة فی اللفظ لم تسقط من الخط ماهنا،کما لا تسقط من قولهم:عبد الله مالک الدنانیر و الدراهم۔[8] یعنی اہل حق کے مخالفین کا گمان ہے کہ مالک یوم الدین کی قرأت الف کے ساتھ مصحف کے ہجاء کے مخالف ہے اس لیے کہ مصحف کے خط میں الف نہیں لکھا ہوا اور وہ کہتے ہیں اگر الف لفظوں میں لازمی ہوتا تو یہاں خط سے بھی نہ گرایا گیا ہوتا، جیسا کہ عرب کے ان الفاظ میں ساقط نہیں ہے۔ "عبد اللہ مالک الدنانیر والدراہم"

صاحب کتاب المبانی جواب میں لکھتے ہیں: لغوی دلائل اور اہل نحو کے بیانات سے قبل قرآنی آیت سے ہی ان پر رد ہوتا ہے (سورہ ۳۔ آیت ۲۶) ارشاد باری باری تعالیٰ ہے: " قل اللھم ملک الملک " پس بے شک اس میں الف خط میں تو ساقط ہے اور قراء کے اجماع سے لفظاً ثابت ہے۔ کسی قاری نے مَلِکِ َالملک نہیں پڑھا اور نہ کسی نحوی نے اسے جائز قرار دیا ہے۔ اس لیے الملک مفعول ہے اور ملک متعدی الی المفعول نہیں ہے۔ سو ان کا اعتراض باطل ہے۔ پھر آپ نے لغوی اور نحوی چھ حجتیں پیش کی ہیں۔ خلاصہ درج ذیل ہے۔[9]

۱) مالک یوم الدین اور مالک الملک دو صفات ہیں جو تنہا اللہ تعالیٰ کی ہی ہیں تو ان دونوں میں سے ہر ایک الرحمٰن کے طریق پر جاری ہو گا۔ جبکہ مالک الدراھم والدنانیر اوصاف مخلوق میں سے ہیں اور کسی ایک کے ساتھ مختص نہیں۔

۲) سورہ فاتحہ کی تلاوت ہر نماز میں لازم ہے۔ اور کثیر الاستعمال میں درست راہ یہ ہے کہ اس میں تخفیف ہو۔

۳) مالک یوم الدین معرفہ ہے تو معرفہ ہونے اور اپنے مضاف کے نائب ہونے کی وجہ سے الف ساقط ہو گیا۔

۴) مالک یوم الدین اور مالک الملک دونوں لفظ لکھے تو ان کی لغت پر ہیں جو کہتے ہیں "مَلکُ" لیکن پڑھے ان کی لغت کے مطابق ہے جو "مالک" کہتے ہیں۔

۵) یہ تخفیف اور حذف ہے اور حذف یاء، واؤ، الف میں ہوتا ہے۔

۶) اصحاب نے کاتبین عربیت کے وضع شدہ خط کی بڑی حد تک پیروی کی ہے۔

اس کے علاوہ آپ نے اختلاف قرأت کی اور بہت سی مثالیں پیش کی ہیں۔اور لغوی اور نحوی دلائل کے ساتھ ان کا اصل دفاع کیا ہے۔فصل کے آخر میں آپ نے شیخ محمد بن ہیصم کے الفاظ میں قرأت کی تین قسمیں تحریر کی ہیں۔[10] یہ کہ قاری غلطی کرے اور اس کے خلاف پڑھے جو حق ہے۔قرآن کی قرأت میں یہ بالکل ناجائز ہے اور ایسی غلطی کرنے والا قابل ملامت ہے۔قرأت میں دوسری قسم یہ ہے کہ قرآن ایک لغت پر اترا ہے پھر بعض قراء اس میں عرب کی دوسری لغات کی طرف نکل گئے ہوں۔جن میں معنٰی کی خلاف ورزی واقع نہ ہوتی ہو۔قرأت کی تیسری قسم وہ ہے جن کا اختلاف نزول قرآن کے اختلاف میں سے ہے تو صحابہ کرامؓ نے اس فرق کو بھی لکھتے وقت جمع فرمایا تاکہ وہ ضائع نہ ہو اور اسی وجہ سے اہل شام، اہل عراق اور اہل حجاز کے مصاحف چند حروف میں مختلف ہوئے۔

مقدمہ تفسیر قرطبی اور مباحث قرأتِ قرآنیہ

مفسر ابو عبد اللہ محمد بن احمد بن بکر بن فرخ الانصاری القرطبی کی تفسیر کا پورا نام " جامع احکام القرآن والمبین لما تضمنہ من السنۃ و آی الفرقان " ہے علامہ نے تفسیر قرطبی کو بیس اجزاء میں ترتیب دیا۔تفسیر کا اختصار عمر بن علی بن احمد عبد اللہ انصاری المعروف باابن الملقن متوفی ۸۰۴ ے نے لکھا۔اور حال ہی میں تفسیر قرطبی کا اردو ترجمہ شائع ہوا ہے۔زیر مطالعہ نسخہ دس جلدوں میں بیروت سے ۱۹۸۵ء میں شائع ہوا۔جو کہ مکتبۃ الازہریہ قاہرہ کے مخطوطہ اور دار الکتب المصریہ کی طباعت سے مقارنہ کے بعد شائع کیا گیا ۔ہر جلد میں دو اجزاء ہیں۔گیارھویں جلد فہارس پر مشتمل ہے۔علامہ قرطبی نے مقدمہ کی ابتداء حمد و ثناء سے کی اس کے بعد عظمتِ قرآن، اعجازِ قرآن اور قرآن کی کامل راہنمائی کا ذکر کیا ہے۔ساتھ ہی قرآن والوں کی عظمت اور ان کی ذمہ داریوں کو آیات و احادیث سے واضح کیا اور پھر تفسیر قرآن کے سلسلے میں مفسر اعظم ﷺ کے مقام و منصب اور علماء کرام کی حیثیت کو اجاگر کیا ہے۔اگلے دو پیراگرافوں میں اپنی تفسیر کو تالیف کرنے کے مقاصد اور منہج و اسلوب کی وضاحت کی ہے۔علامہ قرطبی نے تلاوت قرآن سے متعلق مقدمہ میں دو ابواب قائم کیے ہیں:

(الف) تلاوت کی کیفیت، مکروہ طرز اور اس کے بارے میں لوگوں کا اختلاف۔

(ب) اعراب سیکھنے اور ان کے مطابق تلاوت کرنے کا ثواب۔

ان ابواب میں آپ نے تلاوت کی کیفیت اور اعراب کا لحاظ رکھتے ہوئے بہترین انداز میں تلاوت پر اجر کے بارے میں لکھا ہے۔ابواب کا منہج و اسلوب درج ذیل ہے۔

(الف) تلاوت کی کیفیت، مکروہ طرز اور اس کے بارے میں لوگوں کا اختلاف

اس باب کے آغاز میں علامہ قرطبی نے نبی کریم ﷺ کے انداز تلاوت کو بزبان اصحاب رسولؐ بیان کیا ہے اور نبی ﷺ کا قول نقل کرتے ہیں:" أَحْسَنُ النَّاسِ صَوْتًا مَنْ إِذَا قَرَأَ رَأَيْتَهُ يَخْشَى اللَّهَ تَعَالَى" ۔[11] سب سے بہتر آواز اس شخص کی ہے جو تلاوت کرے تو محسوس ہو کہ اس پر خشیت الٰہی طاری ہے۔اس روایت کے ذیل میں بلند آواز سے لہرا کر تلاوت کرنے کے خلاف اور تائید میں مختلف اقوال نقل کیے ہیں۔اور خود علامہ صاحب کا مؤقف بلند آواز سے لہرا کر تلاوت کرنے کے خلاف ہے۔مثلاً قرآن کو بلند آواز سے طرز لگا کر پڑھنے والوں کی دلیل ہے۔" زَيِّنُوا الْقُرْآنَ بِأَصْوَاتِكُمْ" [12] قرآن کریم کی تلاوت کو اپنی آواز کے ساتھ خوبصورت بناؤ۔اس روایت کی وضاحت میں علامہ قرطبی لکھتے ہیں:وَإِنَّمَا هُوَ مِنْ بَابِ الْمَقْلُوبِ، أَيْ زَيِّنُوا أَصْوَاتَكُمْ بِالْقُرْآنِ ۔[13] اس کا ظاہری معنی مراد نہیں بلکہ اس کا الٹ مراد ہے یعنی قرآن کی تلاوت کر کے اپنی آوازوں

کو خوبصورت بناؤ۔ ایک اور دلیل ہے:" لَيْسَ مِنَّا مَنْ لَمْ يَتَغَنَّ بِالْقُرْآنِ" ۔[14] وہ ہم میں سے نہیں جو قرآن کریم کی تلاوت طرز لگا کر نہیں کرتا۔ س حوالے سے آپ نے دو تین آراء نقل کی اور تفصیلی بحث کی۔ مثلاً لکھتے ہیں: اس سے مراد بھی یہی ہے کہ وہ شخص ہم میں سے نہیں جو قرآن کی تلاوت کر کے اپنی آواز کو حسن نہیں بخشتا۔[15] إِنَّ مَعْنَى يَتَغَنَّى بِهِ، يَسْتَغْنِي بِهِ مِنَ الِاسْتِغْنَاءِ الَّذِي هُوَ ضِدُّ الِافْتِقَارِ، لَا مِنَ الغناء، ۔۔۔۔أَيْ يُسْتَغْنَى بِهِ عَمَّا سِوَاهُ مِنَ الْأَحَادِيثِ۔[16] ایک رائے یہ بھی ہے کہ حدیث کے لفظ "يَتَغَنَّى بِهِ" کا معنی قاری کا تلاوت کرتے ہوئے دکھی ہو جانا ہے اور اس پر رقت کا طاری ہو جانا ہے اس معنی کے لیے حزن کا لفظ آتا ہے۔ اس باب میں پانچویں نمبر پر آپ نے غناء کی تاویل "ترجیع وتطریب"[17] ماننے والوں کا مؤقف اور دلائل کی مکمل تفصیل مرقوم کی اور اپنے مؤقف کے خلاف لکھتے ہوئے ذرا تنگ نظری اور تعصب کا مظاہرہ نہیں کیا۔وَهَذَا الْخِلَافُ إِنَّمَا هُوَ مَا لَمْ يُفْهَمْ مَعْنَى الْقُرْآنِ بِتَرْدِيدِ الْأَصْوَاتِ وَكَثْرَةِ التَّرْجِيعَاتِ، فإن زاد الأمر على ذلك لَا يُفْهَمُ مَعْنَاهُ فَذَلِكَ حَرَامٌ بِاتِّفَاقٍ، ۔[18] اس مسئلے میں اختلاف اس وقت تک قابل برداشت ہے جب تک آوازوں کے تکرار اور بکثرت سُر لگانے کے باوجود کلام اللہ کا معنی سمجھ میں آتا رہے، مگر جب معاملہ اس حد سے گزر جائے یہاں تک کہ معانی ہی سمجھ میں نہ آئے تو اس طرح پڑھنا بالاتفاق حرام ہے۔ اس باب کا اختتام حضرت ام سلمیٰؓ کے اس بیان پر کرتے ہیں:وَسُئِلَتْ أُمُّ سَلَمَةَ عَنْ قِرَاءَةِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وصلاته، فقالت: مالكم وصلاته! [كان يصلي ثم ينام قدر ما صلى، ثم يصلي قدر ما نام، ثم ينام قدر ما صلى حتى يصبح]، ثُمَّ نَعَتَتْ قِرَاءَتَهُ، فَإِذَا هِيَ تَنْعِتُ قِرَاءَةً مفسرة حرفا حرفا۔[19] م لوگوں کو آپ ﷺ کی نماز سے کیا مناسبت، حضور ﷺ تو رات کو نماز پڑھتے تھے پھر اسی قدر لیٹے رہتے اور آرام فرماتے، پھر اٹھتے اور جتنا سوئے تھے اتنی دیر نماز پڑھنے میں لگاتے، اس کے بعد دوبارہ اتنی دیر کے لیے آرام فرماتے جتنی دیر میں نماز پڑھی تھی۔ آپ ﷺ کا یہی معمول رہتا یہاں تک کہ صبح ہو جاتی۔ پھر حضرت ام سلمہؓ نے حضور ﷺ کی تلاوت کی کیفیت بیان فرمائی جس سے معلوم ہوا کہ حضور ﷺ ایک ایک حرف کو یوں الگ الگ کر کے تلاوت فرماتے کہ سننے والے کو ساتھ ہی ساتھ معنی اور مفہوم سمجھ میں آجاتا۔ اس حدیث کو امام نسائی، امام ابوداؤد اور ترمذی نے نقل کیا ہے، امام ترمذی فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے۔

(ب) اعراب سیکھنے اور ان کے مطابق تلاوت کرنے کا ثواب

مقدمہ تفسیر کا پانچواں باب علامہ صاحب نے اعراب قرآن کی فضیلت، اسے سیکھنے کی ترغیب اور اعرابی اغلاط کے ساتھ قرآن مجید کی تلاوت کی مذمت اور ناپسندیدگی کے بارے میں تحریر کیا ہے۔ آپ نے نبی اکرم ﷺ اور صحابہ کرامؓ کے گیارہ ارشادات نقل کیے جن میں عربی زبان کو نحوی قواعد کے مطابق سیکھنے پر زور دیا گیا ہے۔ مثلاً ابن ابی ملکیہ سے مروی ہے:قَالَ: قَدِمَ أَعْرَابِيٌّ فِي زَمَانِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فَقَالَ: مَنْ يُقْرِئُنِي مِمَّا أُنْزِلَ عَلَى مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قَالَ: فَأَقْرَأَهُ رجل" براءة"، فقال:" أَنَّ اللَّهَ بَرِيءٌ مِنَ الْمُشْرِكِينَ وَرَسُولِهِ". بِالْجَرِّ فَقَالَ الْأَعْرَابِيُّ: أَوَقَدْ بَرِئَ اللَّهُ مِنْ رَسُولِهِ؟ فَإِنْ يَكُنِ اللَّهُ برئ من رسوله فَأَنَا أَبْرَأُ مِنْهُ، فَبَلَغَ عُمَرَ مَقَالَةُ الْأَعْرَابِيِّ فَدَعَاهُ۔[20] حضرت عمرؓ کے دور میں ایک دیہاتی آیا اور کہنے لگا: کون ہے جو مجھے اس قرآن کا کچھ حصہ پڑھا دے جو حضرت محمد ﷺ پر نازل ہوا، فرماتے ہیں: ایک صاحب نے اسے سورہ برأت پڑھانا شروع کی اور جب ارشاد باری تعالیٰ (کہ اللہ اور اس کے رسول مشرکوں سے دست بردار ہیں) پر پہنچے تو رسولِہ کی زیر کے ساتھ پڑھا دیا۔ دیہاتی یہ سنتے ہی بول پڑا: کیا اللہ

اپنے رسول سے بے زار ہے، اگر اللہ ہی اپنے رسولؐ سے بے زار تو میں اس سے زیادہ بے زار ہوں۔ یہ بات حضرت عمرؓ کو پہنچی تو آپ نے دیہاتی کو بلا بھیجا اور تصحیح فرمائی اور حکم جاری فرمایا کہ:فَأَمَرَ عمر ابن الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَلَّا يُقْرِئَ النَّاسَ إِلَّا عَالِمٌ بِاللُّغَةِ، وَأَمَرَ أَبَا الْأَسْوَدِ فَوَضَعَ النَّحْوَ."[21] کہ قرآن مجید صرف وہ لوگ پڑھایا کریں جو لغت عرب کی صحیح واقفیت رکھتے ہوں، نیز انہوں نے ابوالاسود دوؤلی کو حکم دیا کہ عربی کے اصول و قواعد مرتب کریں۔ علامہ قرطبی باب کے آخر میں تاکید کرتے ہیں کہ قرآن کریم کی تفسیر اور عربی زبان میں مہارت حاصل کرنے کے لیے عربی شعر وادب سے مدد حاصل کرنا بہت ضروری ہے۔ اس سلسلے میں آپ نے مختلف اقوال اور مثالیں پیش کی ہیں۔

مقدمہ تفسیر ابن جزی اور مباحث قرأتِ قرآنیہ

مفسر محمد بن احمد بن محمد بن عبداللہ بن یحیٰ المعروف بابن جزی الکلبی متوفی ۶۲۰ھ عابد زاہد فقیہہ انسان تھے۔ آپ کی تفسیر "کتاب التسہیل لعلوم التنزیل" چار اجزاء پر مشتمل ہیں۔ دارالکتاب العربی بیروت سے چاروں اجزاء ایک ہی جلد میں شائع ہوئے۔ جبکہ مکتبۃ التجاریہ الکبریٰ مصر نے اسے دو مجلدات میں شائع کیا ہے۔ مفسر ابن جزی نے تفسیر کے آغاز میں دو مقدمے رقم کیے ہیں؛ پہلے مقدمے میں اصول تفسیر اور علوم القرآن کی مباحث شامل کی۔ جبکہ دوسرے مقدمہ میں ان الفاظ و کلمات اور مفہوم کو درج کیا گیا ہے جو اکثر قرآن کریم میں آتے ہیں۔ مفسر ابن جزی نے مقدمہ میں قرأت سے متعلق دو ابواب رقم کیے ہیں:

(الف) جوامع القراءۃ (ب) وقف

(الف) جوامع القراءۃ میں ابن جزی کا منہج

علامہ ابن جزی نے قرأت کی بحث کے آغاز میں قرأت کی دو قسموں کا ذکر کیا ہے۔

(۱) قرأت مشہورہ (۲) قرأت شاذہ

قرأ سبعہ کی قرأت، قرأتِ مشہورہ ہے۔ ابن جزی قرأ سبعہ کے نام تحریر کرنے کے بعد دو اور قاریوں کا ذکر کرتے ہیں-ويجري مجراهم في الصحة والشهرة: يعقوب الحضرمي بن محيصن، ويزيد بن القعقاع[22]. والشاذة ما سوى ذلك،

صحتِ قرأت کی تین شرائط ہیں:

ولا يجوز أن يقرأ بحرف إلّا بثلاث شروط: موافقته لمصحف عثمان بن عفان رضي الله عنه، وموافقته لكلام العرب ولو على بعض الوجوه أو في بعض اللغات، ونقله نقلا متواترا أو مستفيضا۔[23] مفسر ابن جزی اس کے بعد قرأ کے درمیان اختلاف کی اقسام اور وجوہ کے بارے میں تحریر کرتے ہیں۔ کہ قرأ میں اختلاف دو طرح سے ہوا۔ ایک فرش الحروف کا اختلاف، یعنی الفاظ کے لکھنے میں اختلاف:"فأما الفرش: فهو ما لا يرجع إلى أصل مضطرد، ولا قانون كلي، وهو في وجهين:اختلاف على القراءة باختلاف المعنى، وباتفاق المعنى"[24]

الفاظ کے لکھنے میں اختلاف دو طرح سے ہے۔ ایک یہ کہ قرأت کے ساتھ معنی بھی مختلف ہو جائے۔ دوسرا قرأت میں اختلاف ہو مگر معنی وہی رہے۔

اختلاف قرأت کی دوسری قسم اصول و قوائد سے متعلق ہے، اس اختلاف میں معنی نہیں بدلتے۔ آپ نے اس کے آٹھ قواعد ذکر کیے ہیں۔ مثال کے لیے دو درج ذیل ہیں: الإدغام25، والإظهار26، والأصل الإظهار، ثم يحدث الإدغام في المثلين27، أو المتقاربين وفي كلمة، وفي كلمتين، وهو نوعان: إدغام كبير28 انفرد به أبو عمرو: وهو إدغام المتحرّك. وإدغام صغير لجميع القرّاء: وهو إدغام الساكن. الرابعة: الإمالة29، وهي أن تنحو بالفتحة نحو الكسرة. وبالألف نحو الياء، والأصل الفتح، ويوجب الإمالة الكسرة والياء.

مفسر ابن جزی کے طرزِ تحریر کی خوبی اختصار اور جامعیت اس باب میں نمایاں ہے۔ آپ نے مختصراً قرأت اور اختلاف قرأت کی تقریباً تمام اہم باتوں کو باب میں شامل کیا ہے۔

(ب) وقف کی بحث میں ابن جزی کا اسلوب

وقف کا تعلق قرأت و تلاوت قرآن سے ہے، یعنی تلاوت کرتے ہوئے توقف کرنا، یہ وقف ہے۔ شیخ العرب والعجم القاری محمد عبد اللہ مہاجر مکی وقف کی تعریف اس طرح فرماتے ہیں (قطع الصوت مع النفس واسکان المتحرک ان کان متحرکا)[30] یعنی قرأ کے نزدیک وقف سے مراد آواز اور نفس کا قطع کرنا اور اگر حرف متحرک ہے تو اسے ساکن کرتا ہے۔ علم وقف کا تعلق قرآن کے حروف، کلمات اور معانی سے ہے، اس کی معرفت قرآن کی صحیح تلاوت اور صحیح مقام پر وقف کے لیے ضروری ہے۔ اگر وقف ٹھیک جگہ پر نہ کیا جائے تو کلام الٰہی کا مفہوم بدل جاتا ہے۔ علامہ ابن جزی نے وقف کی بحث کے آغاز میں وقف کی چار انواع کا ذکر کیا ہیں۔ في الوقف، وهو أربعة أنوع: وقف تام، وحسن، وكاف، وقبيح،۔[31] قدمہ تفسیر ابن جزی میں ہر نوع کی تعریف مندرجہ بالا ترتیب کے برعکس منقول ہے۔ یعنی سب سے پہلے قبیح پھر کاف پھر حسن اور آخر میں تام کی تعریف ہے۔ مفہوم تعریف یہ ہے کہ ایسا کلام جو اپنے بعد کے کلام سے اعراب (الفاظ) اور معنی میں مفتقر ہو اور بعد والا کلام اس سے مفتقر ہو۔ جیسے کہ معمول اور عامل، مبتداء اور خبر، جواب اور جواب دینے والے، ان سب کے مابین فصل کرنا جائز نہیں ہے۔ ابن جزی لکھتے ہیں: فإن كان الكلام مفتقرا إلى ما بعده في إعرابه أو معناه، وما بعده مفتقرا إليه كذلك لم يجز إليه الفصل بين كل معمول وعامله، وبين كل ذي خبر وخبره، وبين كل ذي جواب وجوابه، وبين كل ذي موصول وصلته[32]

علامہ ابن جزی نے وقفِ قبیح کی صرف تعریف تحریر کرنے پر اکتفاء کیا ہے اگر اس کی قرآن کریم سے مثالیں دے کر وضاحت فرماتے تو زیادہ بہتر ہوتا۔ بعد ازاں وقفِ کافی کی وضاحت منقول ہے۔ وإن كان الكلام الأوّل مستقلا يفهم دون الثاني؛ إلا أن الثاني غير مستقل إلا بما قبله، فالوقف على الأوّل كاف،[33] اگر کلام اول کا مفہوم دوسرے تک مستقل ہو ماسوی اس کے کہ دوسرا کلام اپنے قبل کے کلام سے مستقل نہ ہو۔ تو پہلے پر وقف "وقف کاف" ہے۔ وقف کافی پر وقف اور اس کے بعد سے ابتداء بہتر ہے۔ علامہ ابن جزی نے وقف حسن اور وقف تام کی اکٹھی وضاحت کی ہے۔ دو کلاموں میں ایک ہی قصہ کے بارے میں بات ہو تو اول پر وقف "وقفِ حسن" ہے دونوں کلام الگ الگ قصہ کے بارے میں ہو تو پھر اول پر وقف "وقفِ تام" ہے۔ وإن كان الكلام مستقلا والثاني كذلك، فإن كانا في قصة واحدة فالوقف على الأوّل حسن، وإن كانا في قصتين مختلفتين فالوقف تامّ[34] باب کے اختتام پر آپ نے وقف کی اہمیت حدیث کی روشنی میں بیان کی ہے۔ ويؤكد ذلك ما أخرجه الترمذي عن أمّ سلمة رضي الله عنها أنّ رسول الله صلّى

الله عليه وسلّم كان يقطع قراءته يقول: الحمد لله رب العالمين ثم يقف، الرحمن الرحيم ثم يقف۔ علامہ ابن جزی نے اختصار کے ساتھ وقف کی بحث کے تقریباً تمام اہم پہلوؤں کا احاطہ کیا ہے۔

حاصل بحث

اندلس مغرب کا باب الاسلام ہے۔ علمائے اندلس نے تفسیر وعلوم القرآن پر گراں قدر تصانیف مرتب کیں۔ جن میں صاحب کتاب المبانی، ابن عطیہ، قرطبی، ابن جزی، ابن العربی، مکی بن ابی طالب، اور ابوحیان اندلسی جیسے علماء وفضلاء کے بیش قیمت قلمی شاہکار شامل ہے۔ مفسرین اندلس کے مقدمات میں سے مقدمہ کتاب المعانی لنظم المعانی، مقدمہ تفسیر قرطبی اور مقدمہ تفسیر ابن جزی میں قرأتِ قرآنیہ کی مباحث کو شامل کیا گیا ہیں۔ صاحب کتاب المبانی نے مقدمہ کی چھٹی فصل اختلاف قرأت سے متعلق طعن کرنے والوں کے رد میں تحریر کی ہے اور اس حوالے سے کیے جانے والے اعتراضات کا قلع قمع بڑے مدلل انداز میں کیا ہے۔ فصل میں آپ کا منہج یہ ہے کہ آپ سب سے پہلے آیت کی عربی متن اور اس کی قرأت تحریر کرتے ہیں اور پھر اس پر ملحدین کی طرف سے کیے گئے اعتراض اور طعن کو نقل کرتے ہیں۔ تیسرے نمبر پر اعتراضات کا تفصیلی مدلل جواب رقم کرتے ہیں جواب کے بعد آپ قرآن کریم کی دیگر آیات لغت اور صرف ونحو کے اصول وقوانین سے پر زور استدلال کرتے ہیں۔ تفسیر جامع لاحکام القرآن کے مفسر علمی دنیا کے بے تاج بادشاہ ہے۔ علامہ قرطبی نے تشریحی نکات کو ابواب میں تقسیم کیا ہے اور فقہی احکام ومسائل پر سیر حاصل گفتگو کی ہے۔ مقدمہ تفسیر انیس ابواب پر محیط ہے۔ جس میں قرآن اور حاملین قرآن کے فضائل اور ذمہ داریاں، تلاوت قرآن کے آداب، تاریخ تفسیر، سبعہ احرف، قرآن میں غیر عربی الفاظ اور اعجاز قرآن جیسی اہم مباحث شامل ہیں۔ تلاوت قرآن کی کیفیت کے متعلق ہے کہ خشیت الٰہی کو طاری کر کے تلاوت کی جائے اور یہ ہی بہترین کیفیت ہے، البتہ بلند آواز سے لہرا لہرا کر تلاوت کرنا یہاں تک کہ بکثرت سر لگانے کی بناء پر مفہوم سمجھ میں نہ آئے تو اس طرح پڑھنا جائز نہیں ہے۔ بعینہ اعرابی اغلاط کے ساتھ تلاوت قرآن کی شدید مزمت وارد ہوئی ہے۔ مفسر ابن جزی نے تفسیر کے آغاز میں دو مقدمے رقم کیے ہیں۔ پہلا مقدمہ علوم القرآن کی حد آضافی سے متعلق اہم مباحث کے بیان میں ہے۔ جس میں نزول قرآن، نسخ فی القرآن، قرأت ووقف، اور اعجاز قرآن شامل ہیں۔ جبکہ دوسرے مقدمہ میں ان الفاظ وکلمات اور مفہوم کو درج کیا گیا ہے جو اکثر قرآن کریم میں آتے ہیں۔ مقدمہ تفسیر ابن جزی میں قرأت سے متعلق دو ابواب: جوامع القراءۃ اور وقف تحریر کیے ہیں۔ صحت قرأت کے لئے تین شرائط متعین ہیں کہ وہ قرأت مصاحف عثمانیہ میں سے کسی ایک رسم کے موافق ہو، اس کی سند متواتر ہو اور عربی قواعد یا نحوی وجہ کے موافق ہو۔ قراء سبعہ کی قرأت، قرأتِ مشہورہ ہے۔ قرأت میں اختلاف کی اقسام ووجوہ میں فرش الحروف، اِدغام، اِظھار اور اِمالۃ وغیرہ شامل ہے۔ علم وقف کا تعلق قرآن کے حروف، کلمات اور معانی سے ہے، اس کی معرفت قرآن کی صحیح تلاوت اور صحیح مقام پر وقف کے لیے ضروری ہے۔ اگر وقف ٹھیک جگہ پر نہ کیا جائے تو کلام الٰہی کا مفہوم بدل جاتا ہے۔ وقف کی اقسام میں وقف قبیح، وقف کاف، وقف تام اور حسن شامل ہے۔

References

[1] Raghib Isfahani, Mufridāt al-Quran (Beirut: Dār Ihya al-Turth al-Arabi, 2002), 218; Badur Rasheed Naumani, Lughat al-Quran (Karachi: Dar al-Ishat, 1986), 5: 86-87.

[2] Zarakshi, Al Burhan fi Ulum al-Quran (Darul Kutb, 1957), I:395.
[3] Shihab al-Din Qastalani, Lataif al-Isharat li Funoon al-Qiraat (Cairo: Dār al-Ihya al-Turath al-Arabi, 1392 A.H), I: 17.
[4] Najam us Saqih, Tareekh Tajweed wa Qiraat (Lahore: Qira'at Academy), 113.
[5]Qurtubi, Al Jami al-Ahkam al-Quran (Beirut: Dār al-Ihya al- Turath al-Arabi, 1985), I: 59.
[6] Al-Jazri, Al-Nashar fi Qira'at al-Ashr (Beirut: Darul Kutub Al Ilmiyah, 1998), I:2; Abu Shama al-Muqaddasi, Al Murshid al-Wajeez (Ankara Dar Waqaf al Dananah, 1986, p 149-153
[7] Muqadmatan fi Ulum al-Quran (Egypt: Maktabah al-Khanji, 1954), 134.
[8]Muqadmatan fi Ulum al-Quran, 134
[9]Muqadmatan fi Ulum al-Quran, 135,140.
[10]Muqadmatan fi Ulum al-Quran, 170-171
[11] Ibne Maja, Al Sunan, Kitab Iqamah Salat wa Sunnah, 1985, I: 11; Qurtubi, Jamia li Ahkam ul Quran (Beirut: Dar Ihya al-Turath al-Arabi, 1985, I: 11
[12]Abu Dawood, Al Sunan, Kitab ul Witr, Hadith 1468; Qurtubi, Al Jamia li Ahkam ul Quran, I: 10.
[13] Qurtubi, Al-Jami I: 10.
[14] Muhammad Ibn Ismail al-Bukhari, Jamia al-Sahih, Kitab ut Tauheed, Hadith 7527; Abu Dawood, Sunan, Kitab al-Salat, Hadith 1469, 1471; Al Jamia li Ahkam ul Quran, I: 11.
[15]Qurtubi, Al-Jami , I:11.
[16]Qurtubi, Al-Jami , I:11.
[17]Qurtubi, Al-Jami , I:11.
[18] Qurtubi, Al-Jami , I:12.
[19]Qurtubi, Al-Jami , I:17; Tirmidhi, Jami al-Sunan, Kitab Fazail ul Quran, Hadith 2923; Sunan Abu Dawood, Kitab us Salat, Hadith 1466
[20]Qurtubi, Al-Jami , I:24.
[21] Qurtubi, Al-Jami , I:24.
[22]Zayada , Al-Ehsan fi Ulum ul Quran, 3: 42,53.
[23]Ibne Juzai Kitab al-Tas'heel li Ulum al-Tanzeel (Beirut: Dar al-Kitab al Arabi, n.d),I: 11.
[24] Ibne Juzai, Kitab ut Tasheel, I: 12.
[25] Izhar Ahmed, Khulasa tul Tajweed (Lahore: Qirat Academy), 42; Al Itaqan, I: 323.
[26]Izhar Ahmed Thanvi, Khulasa tul Tajweed, 42.
[27]Izhar Ahmed Thanvi, Khulasa tul Tajweed, 42.
[28]Al Itaqan, I: 323.
[29]Al Itaqan, I: 323.
[30]Muhammad Abdullah Mahajir Makki, Qari Taleem ul Waqf, Lahore: Qirat Academy), 54.
[31]Ibne Juzai, Kitab ut Tasheel, I: 12.
[32]Ibne Juzai, Kitab ut Tasheel, I: 12.
[33]Ibne Juzai, Kitab ut Tasheel, I: 12.
[34]Ibne Juzai, Kitab ut Tasheel, I: 12.